کتاب اللمع کے تناظر میں شیخ ابو نصر سراجؒ کی قرآن فہمی کا اختصاصی مطالعہ

A SPECIFIC STUDY OF SHAYKH ABŪ NAṢR SIRĀJ'S UNDERSTANDING OF QUR'ĀN FROM THE PERSPECTIVE OF 'KITĀB AL-LUMA'

صاحبزادہ عرفان سروری * ، ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی **

Abstract:
This paper aims to know about the Ṣūfī approaches towards Qur'ān and their grip on the theological domain and spiritual insight. Contribution of Shaykh Abū Naṣr Sirāj in the shape of a treatise of Ṣūfī world known as 'Kitāb al-Luma' is a significant input for human guidance towards Allah Almighty. Divine Names and Attributes and interpretation of Qur'ānic verses are an integral part of this work. In this specific study, we analysed what methodology and patterns adopted by the author in order to compile a standard book for Ṣūfī guidance. We came to know that Shaykh's understanding of Qur'ān is exceptional, excellent and remarkable inference. Shaykh wants to see Lord's devotee in the colour of God 'ṣibghatallah' defining Qur'ānic Names as attributes (ṣifāt) of the friends of Allah (Awliyā'). His derived terminologies, extraction of solutions for Ṣūfī issues and seeker's (Sālik) difficulties, exegetical methodology, direction and supervision for the public and community as well as for special people who are the travellers towards Ultimate Reality in the light of 'Kitāb al-Luma', as a whole makes it crystal clear that Allah Almighty bestowed him with the wisdom and comprehension of Holy Qur'ān at a higher level.
Keywords: Abū Naṣr Sirāj, Understanding of Qur'ān, 'Kitāb al-Luma', Insight and Wisdom, Guidance

علوم اسلامیہ کی بے شمار انواع واقسام میں سے ایک نوع علم تصوف بھی ہے جسے اس علم کے ماہرین صوفیہ نے نہ صرف متعارف کرایا بلکہ اس پر علمی اور تحقیقی کتب کا ایک ذخیرہ بھی چھوڑا۔ کتب تصوف میں سے ایک "کتاب اللمع فی التصوف" ہے جس کے مؤلف شیخ ابو نصر سراجؒ ہیں، آپ کا شمار دوسری اور تیسری صدی ہجری کے ائمہ تصوف اور شیوخ طریقت میں ہوتا ہے۔ آپ کی اس کتاب کا شمار امہات کتب تصوف میں ہوتا ہے اور یہی کتاب آپ کی وجہ شہرت بنی۔ اس کتاب میں شیخ ابو نصر سراج نے تصوف کے تمام اہم اور ضروری پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے، علاوہ ازیں اس کتاب میں تصوف کی بنیاد قرآن وسنت کو قرار دیا گیا۔ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر قبل ازیں ڈاکٹر عبد الحلیم محمود اور طہ عبد الباقی سرور نے اس کتاب میں موجود آیات، احادیث وروایات کی

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ قرآن وتفسیر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

** پروفیسر، ڈین، شعبہ علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

تحقیق و تخریج کر کے شائع کروایا ہے اس کے علاوہ اس کتاب کا ایک اردو ترجمہ سید اسرار بخاری نے اور ایک ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن نے کیا ہے۔ اس کتاب کے ہر موضوع کے ضمن میں شیخ ابو نصر سراجؒ نے آیات و احادیث سے استدلال و استشہاد کیا ہے اور آپ نے جس انداز سے آیات کی موقع و محل کی مناسبت سے تفسیر کی ہے اس سے اس کتاب کی اہمیت و افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے، نیز یہ کہ مؤلف کی قرآن مجید کے علوم پر دسترس بھی عیاں ہوئی ہے۔ سطور ذیل میں شیخ ابو نصر سراجؒ اور آپ کی کتاب کے مختصر تعارف کے بعد کتاب اللمع کے تناظر میں آپ کی قرآن فہمی کی تفصیلات مذکور ہیں۔

شیخ ابو نصر سراجؒ اور کتاب اللمع کا مختصر تعارف

آپ کا پورا نام عبداللہ بن علی بن محمد بن یحییٰ ابو نصر سراج طوسیؒ ہے، لقب طاؤس الفقراء ہے۔ طوس میں پیدا ہوئے، کسی مؤرخ نے آپ کی تاریخ ولادت کا ذکر نہیں کیا البتہ تاریخ وفات رجب 378ھ پر سب تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے۔[1] ابو نصر سراجؒ کے متعلق کسی تذکرہ نگار نے یہ نہیں بتایا کہ ان کا تعلق کسی خاندان یا قبیلے سے تھا لیکن رسالہ قشیریہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ابو نصرؒ کا تعلق عربوں کے مشہور قبیلہ بنو تمیم سے تھا۔ وہ فتوحات اسلامیہ کے زمانے میں طوس میں آکر آباد ہو گئے، رسالہ قشیریہ میں انہیں عبداللہ بن علی بن یحیی التمیمی کہا گیا ہے۔[2] آپ کا خاندان علم و فضل اور زہد و تقوی میں مشہور تھا۔ فتوت (ایثار اور شرافتِ نفس) اور صوفیہ کی ترجمانی کرنے میں یہ اپنے علاقہ میں مرجع خلائق تھے۔ آپ نے تصوف کی تائید میں شرعی دلائل اور براہین پیش کیے اسی لیے آج تک صوفیہ کے فقیہ مانے جاتے ہیں۔[3]

ابو نصرؒ نے جعفر الخلدیؒ (م348ھ)، ابو بکر محمد بن داؤد الدقیؒ (م360ھ) اور احمد بن محمد السائحؒ سے علم تصوف حاصل کیا۔ آپ کے شیخ طریقت ابو محمد عبداللہ بن المرتعشؒ (م328ھ) تھے، کتاب اللمع میں پانچ مقامات پر ابو محمدؒ کا ذکر آیا ہے۔ گو ان کے مرشد ہونے یا ان سے بیعت ہونے کے متعلق کتاب اللمع میں کوئی اشارہ نہیں ملتا تاہم تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان نے شیخ ابو محمد عبداللہ بن محمد المرتعشؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔[4] شیخ ابو محمد عبداللہؒ کا سلسلہ طریقت اس طرح ہے، آپ نے حضرت جنید بغدادیؒ (م298ھ) سے، انہوں نے حضرت سری سقطیؒ (م253ھ) سے، انہوں نے معروف کرخیؒ سے انہوں نے داؤد طائیؒ سے، انہوں نے حبیب عجمیؒ، انہوں نے حسن بصریؒ، انہوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔[5] آپ کے بارے میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ آپ نے سری سقطی (م253ھ) اور سہل تستریؒ (م283ھ) سے ملاقات کی ہے۔[6]

آپ علومِ ظاہری اور علومِ باطنی کے عالم، عابد و زاہد اور انتہائی باکمال شخصیت کے مالک تھے۔ صاحبِ نفحات الانس لکھتے ہیں: "در فنونِ علم کامل بود و در ریاضت و معاملات شانے عظیم داشت"۔[7] یعنی علم کے فنون میں

کامل تھے اور ریاضت و معاملات میں بڑی شان کے مالک تھے۔ آپ کا وصال 378ھ کو طوس میں ہوا اور یہیں آسودۂ خاک ہوئے۔(8) آپ نے وفات سے پہلے فرمایا کہ جو میت میرے مزار کے سامنے سے گزاری جائے گی اس کی بخشش ہو جائے گی، چنانچہ طوس میں آج تک یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ ہر جنازہ پہلے آپ کے مزار پر لایا جاتا ہے کچھ دیر کے لیے اسے مزار کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اور پھر قبرستان لے جایا جاتا ہے۔(9)

شیخ ابو نصر سراجؒ کی کتاب "کتاب اللمع فی التصوف" سے آپ کے تصوف میں مقام و مرتبہ سے آگاہی ہوتی ہے۔ آپ نے یہ کتاب کب تصنیف کی؟ اس بارے میں عبد الماجد دریا بادی لکھتے ہیں: "یہ علم تو نہیں کہ کتاب کس سن میں تصنیف ہوئی، لیکن مصنف کا سن وفات 378ھ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے وسط کی پیداوار ہے اور اس لیے اس کا شمار بجا طور پر تصوف کی قدیم ترین کتابوں میں ہوتا ہے"۔(10)

ڈاکٹر شیر محمد زمان کتاب اللمع کے پیش لفظ میں اس کتاب کے معرض وجود میں آنے کے متعلق لکھتے ہیں: مشہور مستشرق پروفیسر آر۔اے۔ نکلسن (1868-1945ء) نے تاریخ اور اصول تصوف کے اس اہم سرچشمہ کی طرف سب سے پہلے توجہ مبذول کی، اور اس کا ایک محقق متن ای۔ جے۔ ڈبلیو۔گب میموریل سیریز کی جلد 22 کے طور پر 1914ء میں شائع کیا گیا۔ تاہم پروفیسر نکلسن کے زیر استعمال دونوں مسودوں میں نقص کی بنا پر کتاب کا ایک حصہ ان کے تحقیق کردہ ایڈیشن میں شامل نہ ہو سکا— یہ حصہ پروفیسر نکلسن کے محقق نسخہ میں صفحہ 407 پر آتا ہے۔ حسن اتفاق سے بانکی پور لائبریری میں ایک تیسرا نسخہ مل گیا جو نہ صرف پروفیسر نکلسن کے زیر استعمال دونوں نسخوں سے قدیم تر ہے (تاریخ مخطوطہ، دوشنبہ، 17 رجب 483ھ/15 ستمبر 1090ء) بلکہ اس میں متن کا وہ حصہ بھی موجود ہے جو ان دونوں نسخوں میں غائب ہے۔ نکلسن کی زندگی میں ہی بانکی پور کے مخطوطات کی فہرست کے مرتب ڈاکٹر ایم ناظم ان کی توجہ اس نقص کی طرف دلا چکے تھے مگر پروفیسر نکلسن کی دوسری علمی مصروفیات نے، جن میں جلال الدین رومی کی مثنوی سر فہرست تھی، انہیں اس کام کی طرف توجہ مبذول کرنے کی مہلت نہ دی۔ چنانچہ ان کے فاضل شاگرد اور جانشین پروفیسر آربری نے مخطوطہ بانکی پور کے متعلقہ اوراق اور ان پر پروفیسر نکلسن کی یادداشتوں کی مدد سے 1947ء میں متن کا وہ حصہ بھی شائع کر دیا جو نکلسن کے ایڈیشن میں رہ گیا تھا۔(11)

اس شائع کردہ نسخے میں متعدد مفید اضافے بھی کیے گئے مثلاً ابتداء میں مفصل فہرست مضامین، آخر میں جامع فہرست رجال و نساء، اماکن و قبائل و کتب وغیرہ، اور بکثرت حواشی، اور انگریزی میں ملخص ترجمہ۔ کتاب لیڈن کے بریل پریس سے چھاپ کر شائع کر دی۔ کتاب کا پورا نام کتاب اللمع فی التصوف ہے۔(12) ان مراحلِ تحقیق کے بعد کتاب اللمع آج مختلف تراجم اور تحقیقات کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے، جہاں تک کتاب کے اردو تراجم کا تعلق ہے تو وہ صرف دو ہیں ایک ترجمہ سید اسرار بخاری اور دوسرا ڈاکٹر پیر محمد حسنؒ کا۔ ان دونوں تراجم کو

مقبولیت حاصل ہوئی، سید اسرار بخاری نے اردو ترجمہ میں روانگی اور تسلسل کو برقرار رکھا جس سے بعض عربی الفاظ کا ہوبہو ترجمہ رہ گیا جبکہ پیر محمد حسنؒ کا ترجمہ محققانہ اور کتاب کی اصل عربی عبارت کا مکمل عکس نظر آتا ہے۔

شیخ ابو نصر سراجؒ نے تصوف کے موضوع پر تاریخ تصوف میں پہلی مرتبہ یہ جامع کتاب لکھی، اس میں شیخ نے تصوف کے تمام اہم موضوعات کا احاطہ کیا ہے اور قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ صوفیہ کی آراء اور اقوال کو بھی نقل کرتے ہوئے تفصیلاً بحث کی ہے۔

شیخ ابو نصر سراجؒ کی قرآن فہمی کے چند نمونے

شیخ ابو نصر سراجؒ کا شمار ان ائمہ تصوف میں ہوتا ہے جنہوں نے تصوف کے علوم کو قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا ہے، اصطلاحاتِ صوفیہ سے لے کر مقام فنا و بقاء تک کے تمام علوم و معارف کے دلائل قرآن وسنت سے مستنبط کیے ہیں۔ کتاب اللمع سے آپ کی قرآن فہمی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے بلکہ کتاب اللمع میں مذکور آیات اور ان کی تفسیر یکجا کرنے سے ایک مختصر تفسیر اشاری مرتب کی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کے اندر آپ نے چار سو سے زائد آیات سے استنباط و استشہاد کیا ہے اور صوفیہ کے اقوال سے ان آیات کی تفسیر کی ہے۔ آپ نے ایک مکمل باب بعنوان "کتاب اہل الصفوۃ فی الفھم و الاتباع لکتاب اللہ" لکھا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ سراجؒ صوفیہ کے لیے قرآن مجید کے فہم اور اس سے استنباط کو کتنی اہمیت دیتے ہیں گویا اتباعِ قرآن ہی تصوف کی اصل ہے۔

سطور ذیل میں شیخ ابو نصر سراجؒ نے کتاب اللمع میں جس انداز سے قرآنی آیات سے اخذ و استفادہ کرتے ہوئے آیات قرآنیہ کی تشریح و توضیح کی ہے، اس کے چند نمونے پیش کرتے ہوئے تجزیہ کیا گیا ہے تاکہ آپ کی قرآن مجید کے علوم میں مہارت کا اندازہ لگایا جاسکے۔

توحیدِ خاص کی تشریح

عمومی طور پر اللہ تعالی کو ایک ماننا توحید کہلاتا ہے، لیکن صوفیہ عقیدہ توحید کو دو اقسام میں منقسم کرتے ہیں توحیدِ عام اور توحیدِ خاص۔ توحیدِ عام تو یہ ہے کہ اللہ تعالی کی وحدانیت کا اقرار کرنا، اور توحیدِ خاص کو بیان کرتے ہوئے شیخ ابو نصرؒ درج ذیل آیت کی تشریح میں حضرت جنید بغدادیؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَى شَهِدْنَا[13]

(جب تمہارے پروردگار نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں اپنے آپ پر گواہ بنایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے۔)

حضرت جنیدؒ توحیدِ خاص کی تشریح کرتے ہوئے اس آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لہذا جو کچھ تھا اور وجود میں آنے سے پہلے جیسا بھی تھا، جواب تو صرف پاک روحوں نے دیا تھا وہ اس طرح کہ قدرت الٰہیہ نے انہیں سیدھا کھڑا کر دیا اور ان میں اپنے مشیت کا حکم جاری کر دیا لہذا اب وہ پھر ایسا ہو جاتا ہے جیسا وہ وجود میں آنے سے پہلے تھا۔ خدائے واحد کی انتہائی اور حقیقی توحید یہی ہے کہ بندہ اس کے سامنے یوں ہو جیسا وہ اس وقت تھا جبکہ ابھی وہ وجود میں نہ آیا تھا، اور اللہ تعالیٰ اسی طرح ہے جس طرح ازل میں تھا۔[14] یعنی بندہ اپنے وجود کو اسی طرح نیست کرے جیسے یوم الست کو صرف روح تھی اور اسی نے توحید کا اقرار کیا تھا، اور یہی توحیدِ خاص ہے۔

کارسازِ ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ

ظاہر و باطن کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کے حکم اور مشیت سے چلتے ہیں، جیسا کہ شیخ ابو نصر سراجؒ درج ذیل آیات کے ضمن میں شاہ کرمانیؒ سے تفسیر نقل کرتے ہیں:

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ [15]

(وہ جس نے مجھے پیدا کیا وہی راہ دیتا ہے وہی کھلاتا پلاتا ہے، جب بیمار ہوں تو شفا دیتا ہے، وہی میری موت و زندگی کا مالک ہے، اسی سے امید ہے کہ یوم جزا میری خطائیں معاف کرے گا۔)

شاہ کرمانیؒ سے ان آیات کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: جس خدا نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے اپنی راہ پر چلاتا ہے، وہی مجھے رضا کی خوراک دیتا ہے اور محبت کی شراب پلاتا ہے، اور جب میں اپنی ذات کا مشاہدہ کرنے کے مرض میں مبتلا ہوتا ہوں تو وہ مجھے اپنا مشاہدہ کرا کے اس مرض سے شفا عطا کرتا ہے، اور جو مجھے اپنی ذات سے مارتا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ زندہ کرتا ہے۔ لہذا میرا قیام اسی کی بدولت ہے نہ کہ بذاتِ خود۔ اور وہ خدا جس سے مجھے یہ امید ہے کہ جس روز میں اس سے ملوں گا وہ مجھے رسوا نہ کرے گا (اس طرح) کہ میں اپنی اطاعت اور اعمال کی طرف نگاہ کروں۔ پھر میں کلی طور پر اپنی تمام حاجات اس کے پاس لے جاؤں۔ جب اسے یہ معلوم ہے کہ جو کچھ اس نے حاصل کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے حاصل کیا ہے اور جن امور کی وہ امید لگائے ہوئے ہے وہ بھی اس کی مدد کے بغیر حاصل نہ ہوں گے تو فرمایا: رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ [16] (خدایا مجھے فیصلہ کرنے کی طاقت عطا کر اور مجھے صالحین کے زمرے میں کر دے)۔[17]

مذکورہ تفسیر میں آیات کے الفاظ سے جو معانی اخذ کیے گئے ہیں وہ انتہائی دقیق قرآنی مطالعہ کی عکاسی کرتے ہیں، طعام سے مراد رضا کی خوراک، سقا سے مراد محبت کی شراب، مرض سے مراد مشاہدہ ذات و نفس، شفا سے مراد ذاتِ حق کا مشاہدہ، موت سے مراد فنا فی اللہ، حیات سے مراد بقا باللہ۔ یہ تفسیر تفسیر کے اشاری رجحان کی مکمل ترجمانی کرتی ہے۔

اطاعتِ رسول ہدایت کا سرچشمہ

قرآن مجید میں کثرت سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اتباعِ رسول کے متعلق قرآنی احکام اور ان کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ ابو نصر سراجؒ نے تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول اپناتے ہوئے دلنشین گفتگو کی ہے، سطور ذیل میں مکمل بحث درج کی جاتی ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا[18]

(آپ فرمادیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کو بھیجا ہوا رسول ہوں۔)

اس آیت میں یہ واضح بیان ہے کہ محمد ﷺ کو تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ[19]

(آپ یقیناً سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور یہ راہ اس خدا کی راہ ہے جس کی ملکیت میں آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء ہیں۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ آپ راہِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ بھی لازم قرار دیا کہ ہم اس بات پر یقین رکھیں کہ آپ کی گفتار میں نفسانی خواہش قطعاً نہیں پائی جاتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى[20]

(آپ خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتے۔)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے منصب کی تشریح یوں فرمائی:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[21]

(وہی ہے جس نے امی لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا، وہ رسول انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں قرآن اور حکمت سکھاتا ہے۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آپ اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور ہمیں کتاب یعنی قرآن کی تعلیم دیتے ہیں، اور حکمت سکھاتے ہیں۔ حکمت سے مراد صحیح بات ہے اور یہ صحیح بات آپ ﷺ کی سنت، آپ کے آداب، اخلاق، افعال، احوال اور حقائق ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا اور جس کے پہنچانے کا آپ کو حکم دیا گیا تمام کا تمام لوگوں تک پہنچا دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ [22]

(اے رسول جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیں۔)

مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مخلوق کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا [23]

(رسول جو تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی ہر بات کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے، اور جن امور سے باز رہنے کا حکم دیں ان سے باز رہو۔ ایک آیت میں فرمایا کہ ان کی تابعداری کر کے راہِ راست حاصل کر لو: (وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ)[24] نیز فرمایا: (وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا) [25]۔ نیز فرمایا کہ اگر ان کے فرمان کی خلاف ورزی کرو گے تو آزمائش اور عذابِ الیم سے دوچار ہو گے: (فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)[26] یعنی جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی آفت یا دردناک عذاب نہ آپڑے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ مومن رسول اللہ ﷺ کی تابعداری ہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے محبت کر سکتا ہے: (قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ)[27] نیز مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اچھے نمونے کو اپنانے کا حکم دیا ہے: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)[28]

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ سے بہت سے احادیث مروی ہیں جو معتبر لوگوں سے نقل ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی ہیں اس لیے تمام مسلمانوں کے لیے ان پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ [29]

(پابندی کے ساتھ نماز ادا کرو، زکوۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کیا کرو۔)

الغرض جس راہ پر آپ چل رہے ہیں، اس راہ کی تقلید اور آپ کے احکام کی تعمیل ان تمام لوگوں کے لیے جو آپ کے زمانے میں موجود تھے، یا موجود نہ تھے اور ان لوگوں کے لیے جو قیامت تک آئیں گے، پر واجب ہے البتہ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جن کا شمار مرفوع القلم لوگوں کے زمرے میں ہوتا ہے۔ جو شخص قرآن مجید سے اتفاق رکھتا ہو مگر رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی نہ کرتا ہو وہ قرآن کے حکم کے خلاف عمل کرتا ہے اور وہ اتباعِ قرآن ہی نہیں کرتا۔ آپ ﷺ کی تابعداری اور پیروی ہی اسوہ حسنہ ہے، اور یہ پیروی ان امور میں ہو گی آپ ﷺ کے اخلاق، احوال، جن کاموں کے کرنے کا آپ نے حکم دیا، جن کاموں سے منع کیا، جن کاموں کے کرنے کی دعوت یا ترغیب دی اور جن کاموں سے بچنے کو کہا۔ ان سب امور میں ہمیں آپ ﷺ کو اپنا نمونہ بنانا

چاہیے، البتہ ان امور میں جن میں اس کے خلاف دلیل پائی گئی ہو ہم آپ ﷺ کی اقتداء نہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ [30]

(یہ حکم خالص آپ کے لیے ہے مسلمانوں کے لیے نہیں۔)

اسی طرح صومِ وصال کے متعلق آپ ﷺ کا فرمانا کہ میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔۔۔اسی طرح دیگر واقعات جن میں احکام کے مخصوص ہونے کے بارے میں کتاب وسنت میں دلیل پائی جاتی ہے (ان کی اتباع امت پر فرض نہیں)۔[31]

شیخ ابو نصر سراجؒ کی مذکورہ تشریح سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا، آپ کے اقوال و افعال میں کسی قسم کی نفسانی خواہشات کا دخل نہیں ہے، آپ کا منصب لوگوں کو صراط مستقیم کی رہنمائی کرنا اور قرآن و حکمت اور تزکیہ نفس آپ کے منصب کے بنیادی فرائض میں سے ہیں۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کو جو آپ پر نازل ہوئے انہیں لوگوں تک پہنچا دیا۔ مخلوق پر آپ ﷺ کی اطاعت فرض کر دی گئی ہے، البتہ آپ کے ساتھ مخصوص احکام کی اطاعت امت پر لازم نہیں ہے۔ آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی محبت عطا کرتی ہے۔ اور جو شخص اپنے اقوال وافعال میں سنتِ رسول ﷺ کو حاکم بناتا ہے تو اس کی گفتار میں حکمت پیدا ہو جاتی ہے۔

معرفت کی تشریح

امام قشیریؒ معرفت کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ علماء کی زبان میں معرفت علم کو کہتے ہیں، لہذا ہر علم معرفت اور ہر معرفت علم ہے۔ ہر عالم باللہ، عارف ہے اور ہر عارف عالم ہے۔ مگر صوفیاء کے نزدیک معرفت اس شخص کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ اس کی پہچان رکھتا ہے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمام معاملات میں سچا اور مخلص ہو، ردی اخلاق اور آفاتِ نفس سے پاک ہو، اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کے دروازے پر طویل عرصہ کے لیے ٹھہرا رہے۔[32] شیخ ابو نصر سراجؒ معرفت کی بحث میں ایک مقام پر ابو یزیدؒ کا معرفت کے متعلق استدلال اور اس کی تشریح میں یوں لکھتے ہیں کہ ابو یزیدؒ سے جب معرفت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً [33]

(بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل بنا دیتے ہیں۔)[34]

شیخ ابو نصر سراجؒ ان کے اس اشارہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان کی مراد یہ تھی کہ بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب کسی بستی میں جا اترتے ہیں تو وہاں کے لوگوں کو غلام بنا لیتے ہیں۔ اور انہیں مغلوب و مقہور بنا دیتے ہیں چنانچہ وہ اس بادشاہ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے، یہی حال معرفت کا ہے کہ جب وہ کسی انسان کے اندر داخل ہو جاتی ہے تو جو کچھ دل کے اندر رہتا ہے اسے نکال پھینکتی ہے اور جو چیز دل میں حرکت کرنے لگے اسے جلا دیتی ہے۔(35)

آیت مبارکہ کی یہ صوفیانہ تفسیر ہے، اور معرفت کے باطن میں داخل ہونے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کو حسین انداز میں تشبیہ کے ساتھ سمجھایا گیا۔ آپ کے قول کے مطابق آیت سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی معرفت کے انوار کسی دل کی بستی میں داخل ہو جاتے ہیں تو وہاں کے عزیز رہائشی، یعنی خواہشات نفسانی ذلیل و خوار ہو کر بھاگ جاتے ہیں۔ نیز صوفیہ کے نزدیک معرفت کے متعلق یہ اصول بھی مسلم ہے کہ مخلوق اسی قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکتی ہے جتنی اللہ تعالیٰ مخلوق پر ظاہر کرنا چاہے اور اس کی حقیقی معرفت حاصل کرنے سے مخلوق عاجز ہے۔

ظاہری اور باطنی نعمتیں

درج ذیل آیت کے ضمن میں ظاہری اور باطنی نعمت کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ ابو نصر سراجؒ اس کی صوفیانہ تفسیر یوں لکھتے ہیں:

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً(36)

(اللہ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل طور پر تمہیں عطا کیں۔)

علمِ باطن سے مراد باطنی اعمال کا وہ علم ہے جو باطنی اعضاء سے وقوع پذیر ہوتے ہیں، اور باطنی عضو دل ہے۔ علمِ ظاہر سے اشارہ ان اعمالِ ظاہرہ کے علم کی طرف ہوتا ہے جو ظاہری اعضاء سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس لیے ظاہری نعمت وہ اطاعت اور عبادت ہے جس کا انعام اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ظاہری اعضاء پر کرتا ہے، اور باطنی نعمت قلب پر جاری ہونے والے احوال کو کہتے ہیں، مگر نہ تو ظاہر باطن سے جدا ہو سکتا ہے اور نہ باطن ظاہر سے۔ (37)

آیت کی صوفیانہ تفسیر میں انتہائی دقیق انداز میں انعاماتِ ظاہری اور باطنی کا استدلال کیا گیا ہے جو کہ عمومی طور پر اس آیت کے تفسیر میں مفسرین نے بیان نہیں کیا۔

اصطلاحاتِ صوفیہ کا قرآن مجید سے استنباط

شیخ ابو نصر سراج نے بے شمار اصطلاحاتِ صوفیہ کو قرآنی آیات سے مستنبط کرتے ہوئے ان کی تشریح و تعبیر کی ہے۔ چند ایک تعبیرات کو سطور ذیل میں بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

صوفیہ کی اصطلاح "رویت القلوب" کے معنی کو بیان کرتے ہوئے درج ذیل آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى (38)

(جو کچھ دل نے دیکھا اس میں اس نے جھوٹ نہیں کہا۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دل کے ذریعے سے دیدار الٰہی کو ثابت کیا ہے، یہ حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ صوفیہ کے نزدیک رویۃ القلوب سے مراد حقائق ایمان کے ہوتے ہوئے انوارِ یقین کے ساتھ دل کا غیب میں چھپے ہوئے امور کو دیکھنا ہے۔(39)

اسی طرح اصلاحاتِ صوفیہ میں مستعمل لفظ "الرین" کی تشریح شیخ ابو نصر سراجؒ آیت کے ضمن میں یوں کرتے ہیں:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (40)

(ایسا ہرگز نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے کفر کرتے ہیں، بلکہ جو کچھ وہ کفر و شرک کیا کرتے تھے اس کی وجہ سے ان کے دلوں پر ایک قسم کا زنگ یعنی پردہ پڑ گیا ہے۔)

رین سے مراد وہ زنگ ہے جو دلوں پر چڑھ جاتا ہے۔ کسی اہل علم کا قول ہے کہ حجابات کی تین قسمیں ہیں: ان میں سے ایک ختم اور طبع (مہر اور زنگ) ہے یہ کفار کے دلوں کے لیے ہے دوسری قسم رین اور قسوۃ (سنگدلی) ہے یہ منافقوں کے لیے ہے تیسری قسم زنگ اور پردہ ہے اور یہ مومنوں کے دلوں کے لیے ہے۔(41)

اسی طرح اصطلاحاتِ صوفیہ میں لفظ "طمس" کا استدلال درج ذیل آیت سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ (42)

(جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔)

یہاں "طُمِسَتْ" سے مراد ستاروں کی روشنی کا جاتے رہنا ہے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں طمس سے مراد کسی واضح شے سے وضاحت کا محو ہو جانا ہے۔(43) علاوہ ازیں صاحب کتاب اللمع نے بے شمار دیگر اصطلاحات تصوف کا استدلال بھی آیات سے کرتے ہوئے صوفیانہ ابحاث کی ہیں۔

شیخ ابو نصر سراج کا اسلوبِ تفسیر

کتاب کے بے شمار مقامات پر شیخ ابو نصرؒ نے تفسیر بالماثور کے طریقے کو اپنایا ہے، بطور مثال درج ذیل آیت کی تفسیر نقل کی جاتی ہے:

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ (44)

(ہم نے ہر انسان کا پرندہ (یعنی نیک وبد فال- بصورت اعمال نامہ) اس کی گردن میں چمٹا رکھا ہے۔)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جو سعادت یا شقاوت ہم نے روز ازل سے اس کے لیے لکھ دی ہے وہ اس کو پہنچا دی جاتی ہے۔ (45)

اسی طرح ایک آیت کی تفسیر بالماثور یوں کرتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (46)

(مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔)

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو ادب سکھاؤ اور علم پڑھاؤ تاکہ تم اس کے ذریعے انہیں دوزخ کی آگ سے بچا سکو۔ (47) یعنی ادب اور علم کے ذریعے ہی آگ سے بچا جا سکتا ہے۔

کئی مقامات پر آپ نے آیات کی آسان اور سادہ الفاظ میں تعبیر بیان کی ہے جیسا کہ لکھتے ہیں:

أَفَلاَ يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلاَفًا كَثِيرًا (48)

اس آیت میں بتایا گیا کہ جو لوگ قرآن میں تدبر کرتے ہیں وہ استنباط کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں شدید اختلاف ہوتا۔ (49)

بعض مقامات پر آیات کے الفاظ کی تشریح و تعبیر بیان کرتے ہیں لیکن یہ تعبیر عام مفسرین کے اسلوب سے ہٹ کر صوفیانہ انداز میں کرتے ہیں مثلاً صوفیہ کے مشاہدہ کے احوال بیان کرتے ہوئے درج ذیل آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (50)

(بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جن کا دل ہو یا جو دل کو حاضر رکھ کر کان لگا کر سنیں۔)

یہاں "شَهِيدٌ" سے مراد وہ شخص ہے جس کا دل حاضر ہو۔ اسی طرح "وَهُوَ شَهِيدٌ" کے متعلق صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اشیاء کا عبرت کی نگاہ سے مشاہدہ کرنا اور غور و فکر کی آنکھ سے ان کو دیکھنا ہے۔ (51)

اسی طرح درج ذیل آیت میں مذکور لفظ العقود کی صوفیانہ تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (52)

صوفیہ کے نزدیک عقد سے مراد باطن کا معاہدہ اس طرح کہ اپنے دل سے اللہ تعالی سے عہد کرلے کہ وہ ایسا ایسا کرے گا اور ایسا ایسا کام نہیں کرے گا۔(53) الغرض آپ کا اسلوب تفسیر جامع ہے کسی ایک ہی خاص انداز میں تفسیر نہیں کی، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ آپ کا مقصد آیات کی تفسیر کرنا نہیں تھا بلکہ تصوف کے جس پہلو کو بیان کرتے تھے اسی کی تعبیر و تشریح مطلوب تھی۔

نتائج

جس طرح شیخ ابو نصر سراجؒ کا شمار ائمہ تصوف میں ہوتا ہے اسی طرح آپ کی تصنیف کتاب اللمع کا شمار بھی اولین اور جامع مصادر تصوف میں ہوتا ہے۔ چونکہ اس کتاب کا موضوع تصوف ہے اس لیے باطنی اسرار و رموز کو آیات کے ضمن میں زیادہ بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں شیخ ابو نصر سراجؒ نے عقائد، عبادات، معاملات، معمولاتِ صوفیہ، اصطلاحاتِ صوفیہ اور اخلاقیات پر قرآنی آیات سے استدلال و استشہاد بھی کیا ہے اور آیات کی تفسیر بھی صوفیانہ انداز میں کی ہے۔ آپ نے نہ تو آیات کی فاسد تاویلات کی ہیں اور نہ ہی موضوع روایات کا سہارا لیا ہے بلکہ دلنشین انداز میں محققانہ ابحاث کی ہیں جو آج تک اہل تحقیق کے ہاں مقبول بھی ہیں اور قابل حجت بھی۔ کتاب اللمع میں تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالحدیث، تفسیر القرآن باقوال الصحابہ والائمہ اور تفسیر بالرائے والاجتہاد کی بے شمار امثلہ ملتی ہیں۔ آپ کے بیان کردہ تفسیری اشارات و نکات سے عیاں ہوتا ہے کہ شیخ ابو نصر سراجؒ اپنے وقت کے عظیم الشان صوفی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ مفسر قرآن بھی تھے، اور آپ کو قرآن فہمی کا خداداد ملکہ بھی حاصل تھا، آپ نے تصوف کو مقید بالکتاب والسنت ثابت کیا ہے اور قرآنی آیات کی تفسیر میں صوفیہ کے منہج کے مطابق ایسی ابحاث نقل کی ہیں جن کو جمہور علماء نے بھی اپنایا ہے، اور بعض مقامات پر تفسیر کے ضمن میں ایسے حقائق و معارف کا ذکر کیا ہے جن سے آپ کے روحانی کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ اصلاحِ باطن اور روحانی کمالات کے حصول کے لیے شیخ ابو نصر سراجؒ نے جس طرح قرآنی آیات کی تشریح و تعبیر کی ہے اس سے قارئین کی قرآن فہمی میں بھی گراں قدر اضافہ ہوتا ہے اور آپ کی قرآن فہمی بھی واضح ہوتی ہے نیز سالکینِ طریقت کے لیے فہمِ قرآن کی اہمیت اور اصول بھی نمایاں ہوتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ دیکھیے: ابو نصر عبداللہ بن علی السراج الطوسی، کتاب اللمع فی التصوف (مقدمہ مترجم)، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 1996ء، ص:14

2۔ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، الرسالۃ القشیریۃ، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 1970ء، ص:185

3۔ دیکھیے: نور الدین محمد بن عبد الرحمان جامی، نفحات الانس، مترجم: سید احمد علی چشتی، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، 2003ء، ص:266؛ کتاب اللمع فی التصوف، مترجم: پیر محمد حسن، ص:4

4۔ دیکھیے: نفحات الانس، ص:266

5۔ محمد بن منور بن ابی سعد، اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، مطبوعہ ایران، ص:27

6۔ نفحات الانس، ص:266؛ تصوف اسلام، عبدالماجد دریابادی، ص:10، المعارف، لاہور، 1393ھ

7۔ نفحات الانس، ص:266

8۔ نفحات الانس، ص:267

9۔ ایضاً؛ تصوف اسلام، ص:9

10۔ تصوف اسلام، ص:12

11۔ پیش لفظ کتاب اللمع فی التصوف، مترجم: پیر محمد حسن، ص:1

12۔ تصوف اسلام، ص:12

13۔ سورۃ الاعراف7: 172

14۔ ابو نصر عبداللہ بن علی السراج الطوسی، کتاب اللمع فی التصوف، تحقیق و تخریج: ڈاکٹر عبدالحلیم محمود وطہ عبدالباقی سرور، دارالکتب الحدیثۃ، مصر، 1960ء، باب التوحید، ص:50

15۔ سورۃ الشعراء26: 78-79-80-81-82

16۔ سورۃ الشعراء26: 83

17۔ کتاب اللمع فی التصوف، کتاب اھل الصفوۃ فی الفھم والاتباع لکتاب اللہ، ص:127

18۔ سورۃ الاعراف7: 158

19۔ سورۃ الشوریٰ42: 52

20۔ سورۃ النجم53: 3

21۔ سورۃ الجمعۃ62: 2

22۔ سورۃالمائدۃ5: 67
23۔ سورۃالحشر59: 7
24۔ سورۃالاعراف7: 158
25۔ سورۃالنور24: 54
26۔ سورۃالنور24: 63
27۔ سورۃآل عمران3: 31
28۔ سورۃالاحزاب33: 21
29۔ سورۃالنور24: 56
30۔ سورۃالاحزاب33: 50
31۔ کتاب اللمع فی التصوف۔ کتاب الاسوۃ والاقتداء برسول اللہ ﷺ، ص:130تا133
32۔ الرسالۃالقشیریۃ(اردو)، مترجم: پیر محمد حسن، ص:678
33۔ سورۃالنمل27: 34
34۔ الرسالۃالقشیریۃ، باب المعرفۃ باللہ، ص: 343؛ کتاب اللمع فی التصوف، کتاب اھل الصفوۃ فی الفھم والاتباع لکتاب اللہ، ص:128
کتاب اللمع فی التصوف، کتاب اھل الصفوۃ فی الفھم والاتباع لکتاب اللہ، ص:128 35
36۔ سورۃلقمان31: 20
37۔ دیکھیے: کتاب اللمع فی التصوف، ص:44
38۔ سورۃالنجم53: 11
39۔ دیکھیے: کتاب اللمع فی التصوف، کتاب البیان عن المشکلات، ص:426
40۔ سورۃالمطففین83: 14
41۔ کتاب اللمع فی التصوف، کتاب البیان عن المشکلات، ص:450
42۔ سورۃالمرسلٰت77: 8
43۔ کتاب اللمع فی التصوف، کتاب البیان عن المشکلات، ص:434
44۔ سورۃبنی اسرائیل17: 13
45۔ کتاب اللمع فی التصوف، کتاب الشطحیات، ص:465
46۔ سورۃالتحریم66: 6

47۔ کتاب اللمع فی التصوف، کتاب آداب المتصوفۃ، ص:194

48۔ سورۃ النساء4: 82

49۔ کتاب اللمع فی التصوف، کتاب المستنبطات، ص:148

50۔ سورۃ ق50: 37

51۔ دیکھیے: کتاب اللمع فی التصوف ، ص:100

52۔ سورۃ المائدۃ5: 1

53۔ کتاب اللمع فی التصوف، کتاب البیان عن المشکلات، ص:430